میرے محسن

حضرت علامہ شیخ الحدیث محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ غوثیہ، وقمر الاسلام سلیمانیہ کراچی

(نوراحمد شاہتاز)

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں میں بے شمار خوبیاں رکھی ہیں اس کے بعض بندے ایسے ہیں کہ جب تک زندہ رہتے ہیں تو ہزار ہا نفوس کے لئے مینارۂ نور اور سینکڑوں افراد کے لئے رہنما و مربی کا کردار ادا کرتے ہیں اور جب انتقال کرتے ہیں تو جاتے جاتے بھی انسانوں کے لئے متعدد دروسِ نصیحت دعبرت اور کئی قابل غور سبق چھوڑ جاتے ہیں۔

میں بہت سے لوگوں کا ممنونِ احسان اور زیرِ بار ہوں، کسی نے میری پرورش میں شب و روز ایک کئے تو کسی نے میری تعلیم و تربیت میں اپنی کوششیں صرف کیں، کسی نے میری کردار سازی میں دماغ سوزی کی تو کسی نے مجھے معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل بنایا۔

کوئی میرے غم میں شریک ہوکر غمگسار بنا اور مجھے غم بھلانے میں مدد دی تو کسی نے میری خوشیوں میں شریک ہوکر میری خوشیوں کو دوبالا کیا۔ میں گزشتہ دنوں بیمار ہوا تو ایسا لگتا تھا کہ واپسی مشکل ہے' احباب کا کہنا ہے کہ کچھ دوست میری اس کیفیت کو دیکھ کر آنسو پونچھتے ہوئے ہسپتال سے نکلتے دیکھے گئے' مجھے نہیں معلوم کہ میں کب تک زندہ رہوں گا اور میرے محسنوں میں سے کتنے اپنے احسانات کی بہاریں دیکھیں گے مگر.............. میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت سے محسن ایک ایک کرکے دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں.............. جیسے وہ روٹھ گئے ہوں .... اور انہوں نے ناقدری دنیا سے یہ سوچ کر منہ موڑ لیا ہو کہ اب کسی پر احسان کرنے کا دور ہے نہ کسی کو اس کی قدر وضرورت۔ تھوڑے سے عرصہ میں کئی ایک محسن انتقال کرگئے، چنانچہ میرے ان محسنوں کے تیزی کے ساتھ سفرِ آخرت پر روانہ ہوجانے اور بعض دیگر کے رختِ سفر باندھ لینے نے مجھے اس بات پر مجبور کیا ہے کہ میں اپنے محسنوں کے احسانات کا بدلہ مال سے تو ادا کرنہیں سکتا کہ میرے پاس فی الحال مال کی اتنی فراوانی نہیں کہ میں ان میں سے بعض ہی کو ملا عبدالحکیم سیالکوٹی جیسا خوش قسمت

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا

دیکھوں اور شاہ جہاں کی طرح سونے کی اشرفیاں بار بار نہیں تو اک بار ہی ان کے ہم وزن کروں، تاہم میں اپنے جذبات کو الفاظ کی مالاؤں کی صورت میں ان کی خدمت میں پیش کر کے دل کو تسلی دے سکتا ہوں کہ خوبصورت الفاظ کبھی مالِ کثیر سے بھی قیمتی ہوا کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ محض لفاظی سے کسی کو کچھ نہیں دیا جاسکتا نہ کسی کے احسان کا بدلہ چکایا جاسکتا ہے لیکن کیا کوئی مسکین، الفاظ سے اپنے دل کی کیفیات کا اظہار بھی نہیں کرسکتا ؟

کسی نے اپنے ایک محسن سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کتنے خوبصورت انداز میں کیا ہے۔

چوں سوئے من گزر آری منم مسکیں زِ ناداری
فدائے نقشِ نعلیت کنم جاں یارسول اللہ

تو آج میں اپنے محسنوں میں سے ایک ایسے محسن کو خراجِ تحسین پیش کرنے چلا ہوں، جو اب وہاں پہنچ گیا ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا اور جہاں انہیں ہماری محبتوں، عقیدتوں، مہربانیوں اور بدگمانیوں کے بارے میں اطلاعات تو مل سکتی ہیں مگر ان کے محسوسات و ردعمل کا ہم ادراک نہیں کرسکتے۔ رہے میرے وہ محسنین جو اس دنیا کی لذتوں میں ڈوب کر آخرت کی تلخیوں کو فراموش کر چکے ہیں، اور جن کا کوئی ارادہ فی الحال ادھر جانے کا نہیں جدھر عمر بن خطاب جیسے عادل خلیفہ بھی سال بعد اپنی پیشانی سے عرقِ احتساب پونچھتے نظر آتے ہیں، الا یہ کہ ملک الموت انہیں وہاں جانے پر مجبور کردے، تو ان محسنین کا ذکرِ خیر ذرا بعد کے لئے میں نے اٹھا رکھا ہے۔ میں اپنے محسنین کی فہرست بھی اس تحریر میں پیش کرنا چاہتا تھا مگر اس خیال سے کہ بہت سے لوگ محض اس لئے مجھ سے اپنا رویہ بدل لیں گے کہ نہ جانے ان کے بارے میں' میں کیا لکھ ڈالوں' تو میں نے یہ فہرست بھی سرِدست اس تحریر سے خارج کردی ہے۔

والدین سے بڑھ کر کوئی کسی کا کیا محسن ہوگا؟ مگر والدین کے علاوہ بھی اس دنیا میں بعض ہستیاں ایسی ہیں جو محسن بن کر سامنے آتی اور ماں باپ کی شفقتوں پر چھا جاتی ہیں۔ زید بن حارثہ یمن کے بنو قضاعہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، بچپن میں اغوا ہوئے اور غلام بنا کر فروخت کئے گئے۔ حکیم بن حزام (جو سیدہ خدیجہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے) نے چار سو درہم میں خریدا اور اپنی پھوپھی جان کو خدمت کے لئے پیش کیا۔ یہیں سے ان کی بیداریٔ بخت نے انگڑائی لی اور وہ اس عظیم محسن کے در پہ آئے جو محسنِ اعظم ومحسنِ انسانیت ہے (ﷺ) زید کے والد حارثہ بن شرحبیل کو اپنے

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

اس لختِ جگر کی گم شدگی کا شدید رنج تھا۔ صدمۂ فراق نے آنسوؤں اور اشعار کی راہ سے ظاہر ہونا شروع کیا۔ ایک سال بنوکلب قبیلہ کے چند لوگ حج کے ارادہ سے مکہ پہنچے اور انہوں نے وادئی مکہ میں حارثہ کے لعل کو دیکھ کر پہچان لیا۔ ان لوگوں نے واپس جا کر حارثہ سے اس کے یوسفِ گم گشتہ کا حال بیان کیا اور نوید مسرت سنائی۔ انہوں نے فوراً اپنے بھائی کعب بن شرحبیل کے ہمراہ مکہ کی راہ لی اور یہاں اس عظیم ہستی سے ملاقات کی جو ہر والد سے کہیں زیادہ اپنے ہر ہر امتی پر شفیق اور ہر ماں سے کہیں زیادہ اپنے ہر ہر امتی پر مہربان ہیں۔

حارثہ نے کہا: اے ابنِ عبداللہ اے ابنِ عبدالمطلب ' اے اپنی قوم کے رئیس زادہ ' آپ اہلِ حرم اور اسکے مجاور ہیں، ہم نے سنا ہے کہ آپ مصیبت زدوں کی دستگیری کرتے ہیں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ ہمارے بچے کو آزاد فرما کر ہم پر احسن کیجئے۔ زرِ فدیہ حسب طلب ہم پیش کرنے کو تیار اور معاوضہ منہ مانگا دینے کو راضی ہیں۔

محسنِ انسانیت ﷺ نے دریافت فرمایا: تم کس کی بات کررہے ہو؟

انہوں نے کہا: زید بن حارثہ کی۔

آپ ﷺ نے زید کا نام سنا تو ایک لمحہ کے توقف کے بعد فرمایا: کیا اس کے علاوہ بھی تمہاری کوئی خواہش ہے؟ عرض کیا گیا۔ نہیں

فرمایا زید کو طلب کیا جائے اور اسے اختیار دیا جائے کہ اگر وہ تمہیں پسند کرلے تو تمہارا ہے اور اگر ہمیں ترجیح دے تو .... بخدا ہم ایسے نہیں ہیں کہ جو اپنے ترجیح دینے والے پر کسی اور کو ترجیح دیں۔

زید آگئے .... محسنِ کائنات نے دریافت فرمایا ان دو شخصوں کو پہچانتے ہو؟

عرض کیا .... جی ہاں

فرمایا: میں کون ہوں تم اس سے واقف ہو، میری ہم نشینی کے حال سے بھی تم آگاہ ہو، اب تمہیں اختیار ہے چاہو تو مجھے پسند کرلو یا ان دونوں کو ....

زید نے اپنے اس محسن سے ان دو محسنوں کی بنسبت جو زیادہ لطفِ شفقت پایا تھا اس پر ہر چیز نچھاور کی جاسکتی تھی۔ فیصلہ کیا اور فوراً کیا اور لاجواب کیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

کہا.............. یں ایسا نہیں جو حضور ﷺ پر کسی اور کو ترجیح دوں، آپ ہی میرے ماں باپ ہیں۔

ان کے اس فیصلہ نے ان کے والد اور چچا کو.............. حیرت زدہ کردیا۔

انہوں نے کہا بیٹے ! تم آزادی پر غلامی کو اور باپ اور چچا اور خاندان پر انہیں ترجیح دے رہے ہو۔

کہا.............. ہاں بخدا اس محسنِ اعظم کی ذات میں مجھے وہ اوصاف نظر آئے ہیں کہ میں کسی اور کو ان پر کبھی ترجیح دینے کو سوچ بھی نہیں سکتا۔

قارئین محترم ! میں نے یونہی نہیں کہا کہ بعض محسن ایسے بھی ہوتے ہیں جو والدین سے بھی زیادہ شفیق اور پیارے لگتے ہیں۔ میں اگر چہ اپنے آقا ومولا حضور سرورِ کائنات ﷺ کے بعد، اپنے والدین کو درجۂ اول میں شفیق تصور کرتا ہوں، مگر کچھ محسن ایسے بھی ہیں جنہوں نے واقعی ماں باپ سے بڑھ کر نہیں تو کم از کم ان جیسا پیار دینے کی کوشش کا احسان ضرور کیا ہے۔ سو اپنے ایسے محسنوں کی فہرست سے آج میں جس محسن کا ذکر کرنے چلا ہوں وہ میرے استاذِ گرامی حضرت مولانا محمد رمضان صاحب شیخ الحدیث، رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جنہوں نے مجھ پر منجملہ دیگر احسانات کے حدیث رسول مقبول ﷺ سے محبت اور اس کے فہم کا احسان فرمایا۔ مولانا محمد رمضان شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے ان گنے چنے افراد میں سے ایک ہیں جو رضائے الٰہی کی خاطر اپنی زندگی کی بہاریں اس کے حبیبِ لبیب ﷺ کے مشنِ علم کو فروغ دینے میں صرف کرکے اپنے مولیٰ کے حضور پیش ہو چکے اور اب اللہ تعالیٰ سے اجر وانعام کے امیدوار ہیں۔ انہیں دنیا سے کسی صلہ کی تمنا نہ دنیاداروں سے کسی پذیرائی کی خواہش ہے۔ انہوں نے اپنی متاعِ حیات حصول علم، فروغِ علم ، درس وتدریس وعظ وتبلیغ، جہاد وتنظیم اور تربیت واحسان میں صرف کی ہے۔

مولانا محمد رمضان شیخ الحدیث اپنے مرشدزادہ سجادہ نشین بھور شریف کے حکم اور مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے اصرار پر ۱۹۷۰ میں کراچی وارد ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن قمر مشانی تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی ہے۔ آپ کا سن ولادت ۱۹۲۴ء ہے۔ والدِ گرامی جناب گل محمد صاحب آپ کی کمسنی ہی میں انتقال فرماگئے۔

ابتدائی تعلیم کا آغاز حضرت مولانا محمد سعید (ماڑی انڈس) کی زیرِ سرپرستی کیا جو حضرت مولانا یار محمد

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

بندیالوی کے تلمیذِ رشید اور معروف منطقی عالم حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی کے استاذ بھائی اور خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار شخصیت کے علمِ میراث میں استاذ تھے۔ حضرت شیخ الحدیث نے دس بارہ برس کی عمر میں حضرت شیخ المشائخ پیر طریقت پیر فتح محمد بھوروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعتِ ارادت وطریقت کی۔

مزید علوم کی تحصیل کی خاطر حضرت شیخ المشائخ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے سکوت فرمایا، دوبارہ سہ بارہ درخواست کی مگر جواب نہ ملا۔ بالآخر کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا محمد صدیق صاحب سجادہ نشین کے توسط سے درخواست پیش کی تو حضرت نے فرمایا۔ العلم حجاب اکبر۔ چنانچہ سلسلۂ تعلیم منقطع ہوگیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد التجا کی تو حضرت شیخ المشائخ نے طویل مراقبہ کے بعد اجازت بھی مرحمت فرمائی اور دعاء بھی دی۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالستار صاحب ساکن پائی خیل سے سات سال تک تحصیل علم کی۔ بعد ازاں حضرت سجادہ نشین صاحب (بھورشریف) کے حکم سے اپنے قصبہ کے ایک بڑے میدان میں نمازِ جمعہ قائم کی۔ چودہ برس منبرِ رسول ﷺ سے خطاب کی خدمت میں گزرے۔ اور علاقہ کے لوگوں میں وعظ وتبلیغ کے ذریعہ اشاعتِ علم ودین کا سلسلہ جاری وساری رکھا۔ اب بھی اس مقام پر ایک عظیم الشان مسجد آپ کی یادگار کی صورت میں قائم ہے۔ (مقامی طور پر اسے اڈے والی مسجد کہا جاتا ہے)

بیسویں صدی عیسوی کے وسط میں جب لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں علمِ حدیث کا غلغلہ بلند ہوا اور ملک کے نامور علماء وطلبہ نے لائل پور کا رخ کرنا شروع کیا تو آپ بھی تشنگانِ علم کے اس کارواں میں شامل ہوگئے۔ اور ۱۹۵۷ء میں حضرت علامہ سردار احمد محدث اعظم پاکستان کے حلقۂ حدیث تک رسائی حاصل کی۔ آپ کے ہم درس علماء میں مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مولانا اللہ بخش (واں بھچراں) مولانا محمد شریف (انوارالعلوم ملتان) مولانا محمد اکبر (پیرمحل) اور دیگر کئی نامورعلماء کرام کے نام آتے ہیں۔ دورہ حدیث کی تکمیل اور حضرت محدث لائل پوری سے اجازتِ روایتِ حدیث پانے کے بعد ابتدا میں اپنے دولت کدہ پر تدریس حدیث کی خدمت شروع کی۔ حضرت شیخ الحدیث محدث لائل پوری کے ایماء پر قمرمشانی (آبائی قصبہ) میں دارالعلوم صدیقیہ رضویہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم کی۔ اور ایک عرصہ تک اس میں تدیس کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۹۷۰ء میں بھورشریف میں عرس کے موقع پر خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا

اوکاڑوی خطاب کے لئے حاضرِ آستانہ ہوئے تو کراچی کے اپنے دارالعلوم کے لئے قبلہ سجادہ نشین صاحب سے ایک اچھے صاحبِ علم وتقوی استاذ کی خدمات کی ضرورت بیان کی اور درخواست کی، کہ کوئی انتظام فرمائیں۔ چنانچہ آپ کو حکم ہوا کہ آپ کراچی جائیں اور محفلِ علم جمائیں۔ حکمِ مرشد اور اصرارِ خطیبِ پاکستان نے کراچی آنے پر مجبور کیا جہاں دارالعلوم حنفیہ غوثیہ کے درودیوار منتظر اور طالبانِ علم دیدہ ودل فرش کئے ہوئے تھے۔ آپ نے اس دارالعلوم میں تیس برس تک (1970 تا 1999) خدمتِ علم حدیث فرمائی۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس دارالعلوم کی مسجد کی امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیئے۔

خوشا مسجد ومدرسہ خانقاہے　　　　که در وے بود قیل وقالِ محمد

راقم کو اسی دارالعلوم میں جناب سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔ آپ ایک بہترین مدرس، نفیس شارح ومفسر، شفیق استاذ اور کریم النفس انسان محسوس ہوئے۔ دورہ حدیث شریف کے اسباق پڑھاتے ہوئے بعض مقامات پر تشریح احادیث کے دوران آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ دورانِ درس کسی سے ملنا پسند نہ فرماتے تھے اور فرمایا کرتے کہ حدیث شریف کی تدریس روک کر کسی سے بات کرنا ادبِ حدیث رسول ﷺ کے منافی ہے۔ چاہے کوئی کتنا ہی بڑا شخص ملاقات کے لئے آجائے کمرہ درس میں طلبہ کے پیچھے بیٹھ کر انتظار کرتا اور درس کے اختتام پر ملاقات کرتا۔ دورانِ اسباق کسی طالب علم کو یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ استاذ کی توجہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شاگرد کی طرف ہے۔ دارالاقامہ میں مقیم طلبہ کی ضروریات کی اپنی جیب خاص سے کفالت فرماتے اور کوئی بیمار ہوتا تو خود اس کے کمرے میں جاکر عیادت ودعاء فرماتے۔ عاجزی وانکساری کا یہ عالم کہ کبھی اپنے نام کے ساتھ القاب استعمال نہیں کئے بلکہ ہمیشہ اور تادم زیست تحریروں میں بھی خادم الحدیث محمد رمضان تحریر فرماتے ہیں۔ اپنی معیشت ومعاش کے لئے اپنا خاندانی کسب، زرگری اختیار فرمایا اور وعظ وتبلیغ، نیز تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ یہ کام اپنی قیام گاہ پر ہوتا رہا۔ آپ کے صاحبزادگان اسی کاروبار سے وابستہ ہیں اور تمام دیندار ومتبع شریعت ہیں۔ تاہم افسوس کہ ان میں سے کسی نے اپنے والدِ گرامی کی میراثِ علم سمیٹنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ غریب طلبہ کی کفالت آپ کا خاص وصف رہا ہے ان کے صاحبزادگان بھی مختلف مدارس کے طلبہ کی کفالت واعانت فرماتے ہیں۔ عامۃ الناس کی حسبِ استطاعت مالی امداد فرماتے اور دین کی ترغیب کے لئے اپنے اعزہ کو وقتاً فوقتاً اپنے

دولت کدہ پر اجتماعی و انفرادی طور پر وعظ و نصیحت فرماتے رہے۔آپ صرف مردِ میدانِ جہاد بالعلم والقلم ہی نہیں بلکہ مردِ میدانِ جہاد بالسیف والسہم بھی رہے ہیں۔ جہادِ کشمیر میں عنفوانِ شباب میں حصہ لیا، چھمب اور جوڑیاں کے محاذ پر اپنے ذاتی اسلحہ کے ساتھ رضا کارانہ شرکت کی۔تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ میں نمایاں کردار ادا کیا اس سلسلہ میں علماء اور عوام کے ایک بڑے جلوس کی قیادت کرنے کی پاداش میں آپ کو گرفتار کرلیا گیا چنانچہ ۱۶ روز تک کراچی جیل میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔آپ ہی کی تحریک پر کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان کا انعقاد عمل میں آیا۔ چونکہ آپ جماعتِ اہلِ سنت کراچی کے صدر تھے اس لئے سنی کانفرنس ملتان کی تیاریوں میں آپ نے نہایت مخلصانہ کوششیں کیں۔کل پاکستان سنی کانفرنس نامی کتابچہ کے مرتب سید محمد عالم لکھتے ہیں:۔"

کراچی میں رابطہ عالم اسلامی کی اسلامی کانفرنس میں اہلِ سنت کو نظر انداز کئے جانے پر آپ نے بحیثیت صدر جماعت اہلِ سنت (کراچی ڈویژن) یہ تجویز پیش کی کہ اہلِ سنت کو اپنی بھرپور طاقت کا مظاہرہ کرکے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ اس ملک کی غالب اکثریت سنی ہے جنہیں نظر انداز کرنے کا رویہ ترک کیا جانا چاہئے۔اس کانفرنس کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ حکومت کو یہ باور کرادیا جائے کہ ملک کی اکثریت کی منشا اور عقائد کے خلاف ان پر سعودی برانڈ امپورٹڈ اسلام نافذ کرنے کی کوشش کی گئی تو حکومت کو شدید مزاحمت کا سامنا ہوگا۔

"آپ سنی کانفرنس کے صرف مجوز ہی نہیں رہے بلکہ اس تجویز کو عملی شکل دینے کے لئے آپ نے انتہائی جدوجہد اور انتھک محنت کی، ملک بھر کے علماء مشائخ اور سنی تنظیموں سے رابطے کئے اور ایسی پرشکوہ کانفرنس کا انعقاد یقینی بنایا کہ جس کی مثال اس کے بعد تا حال پیش نہیں کی جاسکی۔آپ پانچ سال تک جماعتِ اہلِ سنت (کراچی) کے صدر رہے۔اس دوران آپ نے بے شمار مدارس ومکاتب قائم کروائے۔قرآنِ کریم کی تدریس کے مراکز اور مسلک اہلِ سنت کی نشرواشاعت کے ادارے قائم کرنا آپ کا اہم مشن رہا۔ ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر مرکزی جلوس اور نشتر پارک میں عظیم الشان میلاد کانفرنس کا اہتمام کیا۔ یہ سب سرگرمیاں آپ کی تدریسی مصروفیات کے علاوہ رہیں، جبکہ تدریسی اوقات میں ہمیشہ پابندی کے ساتھ اسباق کا سلسلہ جاری رکھا۔آپ کے تلامذہ میں سے جناب مولانا نذر محمد راہی (استاذ رمدرس دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ) مولانا

محمد رمضان باروی ، مولانا حافظ غلام احمد قادری (حال مدینہ منورہ) مولانا حافظ اللہ وسایا ارشد (خطیب میانوالی) مولانا پیر نور محمد قادری (استاذ گورنمنٹ کالج رینالہ خورد) مولانا ظہیر احمد (خطیب پاکستان آرمی۔جہلم) مولانا میجر محمد اسلم چشتی (میانوالی) مولانا محمد بلال مہروی (لودھراں) مولانا قائم الدین (ساکرو) مولانا عبدالغفور بلوچ، مولانا اختر محمود، پروفیسر ڈاکٹر مولانا ضیاء الدین مہروی (لکچرر کامرس کالج کراچی)، مولانا محمد حسین (خطیب جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ کراچی) اور مولانا محمد صحبت خان کوہاٹی (مدیر ماہنامہ کاروانِ قمر کراچی) کا ذکر مشتے نمونہ ازخروارے کے طور پر کر دیا ہے ورنہ معروف وقابلِ ذکر تلامذہ کی فہرست خاصی طویل ہے۔

آپ نے جامعہ حنفیہ غوثیہ کے ساتھ ساتھ دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ (کراچی) میں بھی ایک عرصہ تک درسِ حدیث دیا جہاں آپ کا حلقہ حدیث بعد دوپہر ہوا کرتا تھا۔پیرانہ سالی کے باوجود تلاوتِ قرآنِ کریم، مطالعہ حدیث، اوراذکار مسنونہ روزمرہ معمولات کا حصہ رہے ہیں۔

فتح مبین' عربی زبان میں فتح الاغلاق فی جواب تنبیہ الحذاق' اربعین حدیث نبوی کا تحفہ 'اور حج بیت اللہ کے موضوع پر آپ کی تصانیف بارہا شائع ہو چکی ہیں۔

آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر ہفتہ ۱۷ مارچ کی اذان فجر کے ساتھ ملی۔انتقال جمعہ و ہفتہ کی درمیانی شب ۲۷ صفر المظفر کو ہوا۔نماز جنازہ حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر مفتی منیب الرحمٰن پڑھانا چاہتے تھے مگر یہ سعادت حضرت علامہ سید عظمت علی شاہ ہمدانی دامت برکاتہم کی قسمت میں تھی۔تدفین ہفتہ کے روز ماڈل کالونی کے عام قبرستان میں قصیدہ بردہ شریف اور درود و سلام کی برسات میں ہوئی۔تو ہاتف غیبی نے کہا: **یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی .... انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ میرے محسن میرے استاذِ گرامی : ہم آپ کے احسانات کا بدلہ کبھی نہیں چکا سکتے ربِ کریم آپ کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر توشۂ آخرت بنا دے اور آپ کی تربت پر بے حد و بے حساب رحمتیں نازل فرمائے (آمین)

عن النبی ﷺ قال اللھم ارحم حلفائی قیل من حلفائک یارسول اللہ قال الذین یروون الاحادیث منی ویعلمونھا الناس

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)